باسم اللہ تعالیٰ

جماعتِ اولیٰ کی اہمیت

اور

جماعتِ ثانیہ کے مفسدات!

(کتاب وسنت اور اقوالِ سلف کی روشنی میں)

مرتب

مولانا محمد عبدالقوی

ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

ناشر

برکات بکڈپو

Barakaath Book Depot

Cell:9490367863,9000003701

تفصیلاتِ طباعت

- ✷ **نام کتاب** جماعتِ اولیٰ کی اہمیت اور جماعتِ ثانیہ کے مفسدات
- ✷ **مؤلف** مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ
- ✷ **صفحات** ۴۰
- ✷ **کمپوزنگ** خواجہ نصیرالدین قاسمی
- ✷ **طباعت** البلاغ گرافکس، **9441025508**
- ✷ **طبع اول** ۲۰۱۳
- ✷ **طبع دوم** سنہ ۲۰۱۷
- ✷ **ناشر** برکات بکڈپو، خواجہ باغ، سعید آباد، حیدرآباد
  9000003701، 9490367863
- ✷ **قیمت** **70/-**

ملنے کے پتے

- ✷ مکتبہ فیض ابرار نزد مسجد اکبری اکبرباغ، حیدرآباد ۔ ۳۶ **040-65709415**
- ✷ ادارہ اشرف العلوم خواجہ باغ کالونی، سعیدآباد، حیدرآباد ۔ ۵۹ **040-24070681**
- ✷ کتب خانہ فیضی، نزد مدرسہ فیض العلوم سعیدآباد، حیدرآباد ۔ ۵۹ **9849766790**
- ✷ دکن ٹریڈرس، نزد پانی کی ٹانکی مغل پورہ، حیدرآباد **040-24562203**
- ✷ مدرسہ خیر المدارس، چودھری نگر، لاتور، مہاراشٹرا **09421956690**

فہرستِ موضوعات

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
۱	رائے گرامی	۳
۲	تائید وتصویب	۶
۳	پیش گفتار	۸
۴	موضوع کا تعارف	۱۱
۵	جماعتِ مسجد کی اہمیت وفضیلت	۱۲
۶	جماعتِ مسجد کا فقہی حکم	۱۶
۷	نظام جماعت کے مقاصد وفوائد	۱۶
۸	ان مقاصد کا عام فہم خلاصہ	۱۹
۹	ان مقاصد کا حصول ایک جماعت سے ہوتا ہے	۲۰
۱۰	جماعتِ ثانیہ ان مقاصد کو ختم کر دیتی ہے	۲۱
۱۱	جماعتِ ثانیہ اور اشاراتِ قرآنیہ	۲۲
۱۲	جماعتِ ثانیہ اور اسوۂ نبویہ	۲۴
۱۳	جماعتِ ثانیہ اور اُسوۂ صحابہؓ وتابعینؒ	۲۵
۱۴	جماعتِ ثانیہ اور ائمہ مجتہدین	۲۷
۱۵	جماعتِ ثانیہ اور عقل سلیم	۳۰
۱۶	امام احمدؒ کا متدل اور اس کا رد	۳۱
۱۷	جماعتِ اولیٰ ترک ہوجائے تو تلافی کیسے کی جائے؟	۳۳
۱۸	خلاصۂ بحث اور اہل علم سے ایک گذارش!	۳۵
۱۹	ایک جدید مکتبِ فکر اور امام ابن تیمیہؒ کی نظر میں اس کا مقام	۳۷
۲۰	ترکِ جماعت کے اعذار	۳۹

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی سید صادق محی الدین صاحب زید مجدہم
مفتی جامعہ نظامیہ حیدرآباد

حامداو مصلیاو مسلما

فقہی مسائل ومباحث میں علماء وفقہاء امت کے درمیان ایک اختلافی مسئلہ جماعت ثانیہ کا بھی ہے ایسی مسجد جہاں جماعت پنجگانہ کا باضابطہ نظم ہو، امام واوقات نماز مقرر ہوں اور وہ مسجد کسی تجارتی مرکز وشارع عام پر نہ ہوتو اکثر فقہاء ایسی مسجد میں جماعت کی تکرار کو منع کرتے ہیں، جس کے استدلال میں چند احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں۔

اہتمام جماعت کے عظیم مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمان دن تمام میں پانچ مرتبہ مسجد میں جمع ہوں اور باجماعت نماز ادا کریں اس طرح محلہ واری سطح پر مسلمان ایک دوسرے سے دن میں پانچ مرتبہ ملاقات کرتے اور ایک دوسرے کے احوال سے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں، اوراس طرح اس سے ایک اجتماعی شان وباہمی مودت، اوراتفاق واتحاد امت کا اظہار ہوتا ہے، اس کے برخلاف اگر ایک نماز کیلئے تکرار جماعت کوروا رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ مذکورالصدر مقصد فوت ہوجائے گا، علاوہ ازیں جماعت اولیٰ کی اہمیت باقی نہیں رہے گی اور جماعت کے اہتمام کیلئے جو سعی وکوشش کا جذبہ امت مسلمہ میں ہے وہ ختم ہوجائے گا، ایک ہی مسجد میں ایک نماز کی کئی جماعتوں کا اہتمام ہوگا تو ظاہر ہے کہ مصلیوں کی تعداد بھی گھٹ جائے گی، ائمہ ثلاثہ وجمہور علماء کی رائے یہی ہے، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے بھی اسی طرح کا قول منقول ہے

،البتہ فقہاء احناف میں حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس شرط کے ساتھ اجازت دیتے ہیں کہ" جماعت ثانیہ" ہیئت اولیٰ کے خلاف ہو، یعنی محراب سے ہٹ کر ہو اور بغیر اذان واقامت وبلا تداعی کے قائم کی جائے بعض حنابلہ اور اہل ظاہر" جماعت ثانیہ" کو جائز قرار دیتے ہیں انکے استدلال کی بنیاد بھی حدیث رسول ﷺ ہی ہے۔

البتہ ایسی مساجد جہاں امام ومؤذن مقرر نہوں اوقات جماعت بھی متعین نہوں اور وہ تجارتی مراکز میں ہوں کہ جہاں مصلیوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہو تو ایسی مساجد میں تکرار جماعت کی گنجائش کو قبول کیا جاسکتا ہے۔ان تمام علمی نزاکتوں سے قطع نظر کسی بھی مسجد میں احیاناً واتفاقاً کبھی ایسا ہو کہ مقررہ جماعت ختم ہونے پر کچھ لوگ جمع ہو گئے ہوں اور وہ حسب صراحت محراب سے ہٹ کر بغیر اذان واقامت کے تنہا نماز پڑھنے کے بجائے جماعت قائم کرلیں تو شرعاً اسمیں کوئی حرج نہیں ،لیکن ایسی جماعت ثانیہ جسکا مقصد عبدیت وبندگی کے تقاضوں کی تکمیل کے بجائے" جذبۂ انا" کی تکمیل ہو اور مقصود اس سے شر وفساد ہو تو ظاہر ہے کہ اسکی کسی قیمت پر اجازت نہیں دی جاسکتی ،ظاہر ہے کہ کچھ لوگوں کا جماعت کے ختم ہونے کا انتظار کرکے یا جماعت کے دوران مسجد میں آنے کے باوجود جماعت میں شرکت سے احتراز کرتے ہوئے جماعت ثانیہ کا اہتمام اسکے سوا اور کس غرض سے ہوسکتا ہے؟

مساجد اللہ سبحانہ کے گھر ہیں، یہ مادّی وروحانی اعتبار سے امن وسکون کے مراکز ہیں، مسلمانوں کے تمام طبقات کی ذمہ داری ہے کہ وہ سب مل کر اسکا تحفظ کریں اور ہر قیمت پر اسکی بقا کی تدبیر کریں سابقہ ادوار سے کہیں زیادہ اس زمانہ میں تمام افراد ملتِ اسلامیہ میں اتحاد واتفاق ،اپسی مؤدت ومحبت، مروت ورواداری، ایک دوسرے کے احترام وتکریم کی شدید ضرورت ہے،اس لئے مسلمانوں کے تمام طبقات اپنے اپنے

مسلکی فروعی وفقہی اجتھادات وعلمی اختلافات کواپنے اپنے دائرہ میں رکھیں اسکےمطابق عمل کرلیں کہ ہرایک اپنےعمل کا جوابدہ ہے دوسرانہیں، اپنی تحقیقات کوحق اوردوسروں کی تحقیقات کوناحق جان کر بزوراپنی فکرکودوسروں پرمسلط کرنے کی سعی وکوشش نتیجہ کے اعتبارسےکامیاب نہیں ہوگی، بلکہ اس سےاختلاف کےاوردروازےکھل جائیں گے، افتراق وانتشارمیں مزیداضافہ ہوگا،اس وسعت فکروعمل میں سب متحدہوجائیں تواللہ سبحانہ کی رحمت سےاچھےنتائج کی امیدکی جاسکتی ہے یہ بات یادرکھنےکی ضرورت ہےکہ تمام مسالک اسلام میں ہیں لیکن اسلام کسی خاص فقہی مکتب کا نام نہیں کہ اسی کواسلام او ردوسرےمکاتب فقہ کوغیراسلام کا نام دیاجاسکے۔

اسی پس منظرمیں جماعت اولٰی کی اہمیت اور جماعت ثانیہ کےمفسدات پرمولانا محمدعبدالقوی صاحب حفظہ اللہ نےقلم اٹھایاہےاوراس مسئلہ پرسیرحاصل بحث کی ہے، موجودہ حالات میں اس موضوع پراس کی ضرورت تھی اللہ سبحانہ سے دعاہے کہ وہ ہمارے علماء ومقتداءاصحاب کو”یَسِّرُوْا وَلَاتُعَسِّرُوْا بَشِّرُوا وَلَاتُنَفِّرُوْا“ کی شان والابنادے اورافرادامت کوان جیسےعلماءکی رہنمائی میں زندگی گزارنےکےمواقع نصیب فرمائے، آمین

وصلی اللّٰہ تعالیٰ وسلم علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین

تائید وتصویب

حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحب مظاہری مدظلہٗ
ناظم مدرسہ سبیل الفلاح وصدر سٹی جمعیۃ علماء حیدرآباد

آج کل بہت سی مساجد میں جماعتِ ثانیہ کا رواج روز افزوں ہے، مسجد کی مقررہ جماعت ہونے کے بعد دیر سے پہونچنے والے لوگ مسجد ہی کے ایک حصہ میں جماعت سے نماز ادا کرنے لگتے ہیں، ایک صاحب امام مقرر ہو جاتے ہیں اور دوسرے لوگ مقتدی بن جاتے ہیں، زور سے تکبیرات شروع ہو جاتی ہیں، جہری نمازوں میں قرأت بھی ہونے لگتی ہے، جس سے سنتیں ادا کرنے والوں کو خلل ہوتا ہے، منع کیا جائے تو مانتے بھی نہیں بلکہ جماعت ہو جانے کے باوجود مسجد میں دوسری جماعت بنا کر نماز پڑھنے کو بہت بڑا خیر اور بڑے ثواب کا عمل اور تنہا پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

عام مسجدوں میں مقررہ جماعت کے بعد دوسری جماعت کے بڑھتے ہوئے اس رواج کو اگر روکا نہ جائے تو آہستہ آہستہ مقررہ جماعت کی اہمیت گھٹ جائیگی اور نمازی دوسری جماعت مل جانے کے خیال سے اصل جماعت سے محروم ہوتے رہیں گے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد مغرب تک دوسری جماعتوں کا سلسلہ جاری رہے اور مغرب کے بعد عشاء تک دوسری جماعت بنائی جاتی رہے جیسا کہ عرب کی مساجد میں دیکھا جارہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کا عمل اصل جماعت کی مشروعیت واہمیت کے بالکل خلاف ہے۔ اس لحاظ سے جماعتِ ثانیہ کی ترویج کو روکنا ضروری ہوگیا ہے۔ ادھر مساجد

کے صدور، معتمدین اور ائمہ ومؤذنین کو اس مسئلہ کی شرعی وفقہی حیثیت سے آگاہی بھی ضروری تھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے برادرِ عزیز مولانا حافظ محمد عبد القوی سلمہ اللہ کو کہ انہوں نے وقت کے اس اہم مسئلہ پر احادیث اور ائمہ مجتہدین ومحدثین کی تحقیقات اور اسلاف کے اقوال کو جمع کر کے جماعتِ ثانیہ کی کراہت کو واضح کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین۔ میں نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ مدلل ومستند اور نافع ومفید ہے، معتدل مزاج اور سنجیدہ ذہنیت رکھنے والوں کیلئے کافی ہے اور تشفی بخش بھی۔

ضرورت ہے کہ مساجد میں منتظمین، ائمہ وموذنین اس مضمون کو مطالعہ فرما کر مسئلہ کی اہمیت کو سمجھیں اور عامۂ مومنین کو سمجھائیں۔

والسلام

محمد عبد المغنی

۱۹/۸/۱۴۲۸ھ

پیش گفتار

آج کل ایک عام فیشن چل پڑا ہے کہ کسی بھی کام کا اچھا برا ہونا اپنی عقل وفہم اور اپنی معلومات کی روشنی میں طئے کرلیا جاتا ہے، اہلِ علم سے راہنمائی اور استفادہ کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کی جاتی، اس فیشن کو وہ تمام فکریں اور تحریکیں ہوا دے رہی ہیں جو سلفِ صالحین پر اعتماد سے گریزاں، ورع واحتیاط کے طرزِ عمل سے نالاں اور اپنے شخصی مطالعہ سے حاصل کردہ ناقص تصورِ دین پر نازاں ہیں۔ چونکہ انہیں اپنے افکار ونظریات کے پرچار میں سب سے زیادہ خوف "علماء" سے ہوتا ہے، کیونکہ علماء کرام، سلفِ صالحین کے متوارث ومتواتر تصورِ دین کو یکے بعد دیگرے محفوظ کرتے اور اسی کو حقیقی دین سمجھتے آرہے ہیں، اسلئے وہ اس کے برخلاف اٹھنے والی کسی بھی آواز کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے، فوراً ان جدید افکار کو "فکرِ سلف" کی کسوٹی پر کس کر ان کی شرعی حیثیت امت پر واضح کردیتے ہیں، اسی وجہ سے تمام باطل تحریکیں اور ان کی قیادتیں اول وہلہ ہی سے علماء کرام کی مخالفت شروع کردیتے ہیں، بہرحال عوام الناس کے اس جدید طرزِ عمل نے دینی امور کی تحقیق میں ورع واحتیاط اور سلفِ صالحین پر اعتماد کی روح نکال کر امت کو فکری وعملی آزادی میں مبتلا کردیا ہے، نتیجۃً آج یہ صورتحال ہوگئی ہے کہ کسی قانون واصول کی پابندی کئے بغیر ہی ہر شخص قرآن وحدیث سے احکام کا استنباط واستخراج ہی نہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

ﷺ کے منشا کی تعیین بھی کر رہا ہے، اسی قسم کے مسائل میں ایک مسئلہ "مساجد میں جماعتِ ثانیہ" کا بھی ہے، جمہورِ امت کی رائے میں یہ عمل مکروہ وناپسندیدہ اور مقاصدِ شرعیہ کے خلاف ہے، امام احمدؒ وغیرہ جنکے نزدیک یہ عمل جائز ہے وہ بھی اسکو رواج عام دینے کے حق میں نظر نہیں آتے، اسلئے کہ ماضی میں ان کے ہاں بھی اس کا شیوع نہیں تھا، برخلاف علماء امت کے عوام الناس نے اسے اپنی عقلوں اور عربوں کے طرز عمل سے ایک مستحسن، پسندیدہ اور قابلِ ثواب عمل سمجھ لیا ہے، اور عرب کے علاقوں سے لاکر ہمارے علاقوں میں بھی جاری کر دیا ہے، ادھر "نام نہاد اہل حدیثوں" کو اسکی آڑ میں مسلمانوں سے اپنے بغض وعناد کو نکالنے کا موقع بھی مل گیا ہے کہ اس طبقہ نے جماعتِ ثانیہ کے نام پر نمازوں کے بعد مسجد پہونچ کر اپنے مسلکی امتیاز کے ساتھ علاحدہ جماعت بنا کر نماز پڑھنا شروع کر دیا ہے، مختلف مساجد میں یہ سلسلہ نظر آرہا ہے، جو "تفریق بین المؤمنین" کا منافقانہ کردار ہے، علماء کرام، مسجد کی کمیٹیاں اور صاحبِ فکر واثر عوام سب مل کر اس فتنے پر ابھی روک نہیں لگائیں گے تو دیکھتے دیکھتے عرب کے علاقوں کی طرح مسجدوں میں جماعتِ اولیٰ کی اہمیت گھٹ جائیگی، اور یکے بعد دیگرے دسیوں جماعتیں ہوتی رہیں گی، نیز غیر مقلدین کا یہ کم فہم طبقہ ہر مسجد میں اپنی الگ جماعت کے منصوبے میں کامیاب ہو جائے گا اس لئے اس مسئلہ کو سمجھنے اور اہمیت دینے کی ضرورت ہے کہ اسلام میں مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اس کے اسباب پیدا کرنے سے مذموم کوئی حرکت نہیں ہے، میں نے اپنی مسجد میں غیر مقلدین کو "جماعتِ ثانیہ" سے روکا تو اسے ایک اچھے کام سے روکنا سمجھا گیا، بعض مخلص احباب اور نوجوانوں نے اس الزام سے متاثر ہو کر مجھ سے تحقیق کی، جب تفصیل بتلائی گئی تو انہوں نے خواہش کی کہ اس مسئلہ کو جمعہ میں بیان کر دیا جانا چاہیے تاکہ سب لوگوں کو اس کا علم ہو جائے اور کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ چنانچہ میں نے علماء کے حوالے سے

اس مضمون کو بیان کیا اور الحمدللہ بہت سے لوگوں کو اطمینان بھی ہوا، اس لئے خیال ہوا کہ کیوں نہ اس مسئلے کو مرتب کر کے ائمہ کرام اور منتظمین مساجد کی خدمت میں پہونچا دیا جائے، تاکہ مسئلہ کا مذاکرہ اور مضمون تازہ ہو جائے۔ چنانچہ یہ رسالہ اسی فریضے کی ادائیگی کی ایک مختصر سی کوشش ہے۔

واضح رہے کہ اس سے کسی مخصوص طبقے اور کمبخت فکر کی مخالفت مقصود نہیں، عرب ملکوں سے لوٹنے والے نوجوانوں اور جدت پسند لوگوں کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ ائمہ مجتہدین اور علماء محققین کی اتباع کو "جہل" اور جہلاء عوام کی اتباع "دین" سمجھنا نفس کا بہت بڑا دھوکہ ہے، دین کو کتاب وسنت سے اور کتاب وسنت کو محقق علماء سے حاصل کرنا ہی صراط مستقیم ہے، سلف صالحین کی تحقیقات پر اعتماد نہ کرنے سے زیادہ گمراہ کن کوئی راستہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اپنی مرضیات کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

والسلام

محمد عبدالقوی غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امابعد!

موضوع کا تعارف:-

آج کل مساجد میں "جماعتِ ثانیہ" کا رواج بڑھتا جارہا ہے اور عام مسلمان احکام شرعی سے ناواقف ہونے کے باوجود محض دوسروں کی دیکھا دیکھی زیادہ ثواب کی بات سمجھ کر اُسے اختیار کرتے جارہے ہیں، عرب میں تو عام عادت ہی بن گئی ہے، ہمارے علاقوں میں بھی ادھر کچھ عرصہ سے مسجدوں میں یہ سلسلہ چل پڑا ہے، اور اس کو ہوا دینے والا وہ "سعودی ریٹرن" طبقہ ہے جس کے ہاں کسی بات کے صحیح ہونے کیلئے بس اس قدر کافی ہے کہ اس کا ذکر "بخاری شریف" میں موجود ہو یا "سعودی عرب" میں اس پر عمل ہوتا ہو، اس سے آگے "علم و تحقیق" کے میدان سے اور علماء وفقہاء کی تحقیقات سے اُنہیں کوئی واسطہ ہی نہیں ہے، بلکہ ان کے نزدیک "سعودی عرب" کے رواج اور "بخاری شریف" کے حوالہ کے بعد اس مسئلہ میں زبان کھولنا جرمِ عظیم اور شرکِ جلی سے کم درجہ کی بات نہیں ہے۔ **فیاحسرة علی علمهم و عقلهم!**

چونکہ "جماعتِ ثانیہ" کا یہ سلسلہ اپنی جگہ بہت سی خرابیوں اور مفسدات کا سبب ہے، اور عوام الناس اس سے بالکل ناواقف ہیں، اُنھیں اسی وجہ سے منع کرنے والوں سے مخلصانہ شکایت بھی ہوتی ہے کہ اچھے کام سے کیوں منع کیا جارہا ہے؟ اس لئے ذیل میں اس موضوع پر قدرے تفصیل سے کلام کیا جارہا ہے تاکہ حق کے متلاشی اور علمِ صحیح کے قدردانوں کیلئے وسیلۂ علم و ذریعۂ عمل ثابت ہو، **والتوفیق بید اللہ**

جماعتِ مسجد کی اہمیت وفضیلت :-

عن ابی هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال:والذی نفسی بیده لقد هممت ان آمر بحطب ليحطب، ثم أمر بالصلوٰة فيؤذن لها، ثم أمر رجلا فيؤم الناس ثم اخالف الى رجالٍ فاحرق عليهم بيوتهم [۱]

اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، میرا جی یوں چاہتا ہے کہ ایندھن اکھٹا کرواؤں، پھر نماز کے لئے حکم دوں پس اذان کہہ دی جائے پھر کسی سے کہوں کہ وہ جماعت کی امامت کرے، پھر میں ان مردوں کیجانب جاؤں (جو مسجد کی جماعت میں نہیں پہونچے) اور ان کے اوپر ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بستی میں اذان ہو جانے کے بعد بھی بلا عذر شرعی کے مسجد کی جماعت میں حاضر اور شریک نہ ہونا اتنا سنگین گناہ ہے کہ نبی رحمت ﷺ ان کو "زندہ در نار" کر دینے کی وعید سنا رہے ہیں، اور وہ بھی "قسم" کی تاکید کے ساتھ! چنانچہ بعض دیگر روایات سے صحابہؓ کا یہ تأثر معلوم ہوتا ہے کہ اگر بے قصور عورتوں اور بچوں کی رعایت مدنظر نہ ہوتی تو آپؐ اپنے اس ارادہ پر عمل بھی فرما دیتے۔ اس کے باوجود بھی بعض لوگوں کو مسجدوں میں دیر سے پہونچ کر بالقصد "جماعتِ ثانیہ" کرنا "جماعتِ اولیٰ" میں شرکت کے اہتمام سے بھی زیادہ نہ معلوم کیوں پسند ہے؟ اور کیسے اس کو حصولِ فضیلت اور ثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں؟ کیونکہ "اذان" متفرق اور متعدد جماعتیں بنا کر نماز پڑھنے کیلئے نہیں دی جاتی، ایک جگہ اکھٹے ہو کر شوکتِ اتحاد کے مظاہرہ کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے دی جاتی ہے۔ جیسا

[۱] باب وجوب الصلوٰة، الموسوعة ص:۵۲

کہ تمام علماء نے "مقاصدِ جماعت" میں اس کی وضاحت کی ہے۔

حدیث مذکور میں "ثم اخالف الی رجال" سے اور اس کی دیگر روایات میں مذکور عورتوں اور بچوں کی رعایت میں ایسا نہ کرنے کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت مردوں کے لئے مشروع ہوئی ہے، عورتوں کے لئے نہیں، ورنہ وہ عدمِ شرکت میں معذور نہ سمجھی جاتیں۔

★عن عبد الله ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال من سره ان يلقى الله تعالىٰ غدا مسلما، فليحافظ على هؤلاء الصلوٰت الخمس حيث ينادى بهن، فان الله شرع لنبيكم سنن الهدى، وانهن من سنن الهدىٰ ولو انكم صليتم فى بيوتكم كما يصلى هذا المتخلف فى بيته لتركتم سنة نبيكم ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لقد رأيتنا مايتخلف عنها الا منافق معلوم النفاق، ولقد كان الرجل يوتى به يهادى بين الرجلين حتى يقام فى الصف[1]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کل وہ اللہ تعالیٰ سے حالتِ اسلام میں ملے تو اس کو چاہیے کہ ان پانچوں نمازوں کی جماعت کا اہتمام کرے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو ہدایت والے طریقے دیئے ہیں، یہ نماز باجماعت بھی انہی ہدایت والے طریقوں میں سے ایک ہے۔۔۔۔اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے جیسا کہ یہ فلاں اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑنے والے ہو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ میں تو صحابہؓ کے ماحول میں دیکھتا تھا کہ اذان کے بعد نماز باجماعت میں مشہور منافقوں کے

[1] رواہ مسلم: ۲۳۲/۱

علاوہ کوئی غیر حاضر نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ ایک
شخص اگر دو آدمیوں کے ذریعہ گھسٹتے
پیروں کیساتھ لایا جاسکتا تو اُسے بھی لاکر
صف میں کھڑا کردیا جاتا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے اس تاکیدی خطاب سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد مسجد میں جو جماعت قائم کی جاتی ہے یا جس جماعت کے لئے اذان کہی جاتی ہے اس کی پابندی ضروری ہے، اور صحابہ کرامؓ اس کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ مشہور منافقوں کے علاوہ کسی شخص کو جماعتِ مسجد ترک کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، حتیٰ کہ کوئی شخص اگر دو آدمیوں کے سہارے پیروں سے گھسٹتے ہوئے بھی مسجد کی جماعت میں پہونچ سکتا تھا تو وہ بھی جماعت میں حاضری سے دریغ نہ کرتا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اس خبر میں "جماعت" سے مراد "جماعتِ اولیٰ" ہی ہے۔

عن ابی هريرة رضي الله عنه اتى النبی صلى الله عليه وسلم رجل اعمیٰ، فقال يارسول الله! انه ليس لی قائد يقودنی الى المسجد، فسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يُرخّص له فيصلی فی بيته، فرخص له، فلما ولّی دعاه فقال هل تسمع النداء بالصلوٰة ؟ فقال نعم! فقال فاجب[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا صحابیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے پاس کوئی ایسا رہبر نہیں ہے جو مجھے مسجد پہونچا دیا کرے، یعنی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی گنجائش مانگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی، پھر جب وہ جانے لگے تو واپس بلا کر پوچھا کہ کیا تمہیں اذان

[1] رواہ مسلم: ۲۳۲/۱

کی آواز سنائی دیتی ہے؟انہوں نے
اثبات میں جواب دیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا ایسا ہے تو مسجد ہی میں آ کر نماز
پڑھا کرو۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ اذان کے بعد مسجد پہونچنا اور جماعتِ مسجد میں شریک ہونا اس قدر ضروری امر ہے کہ ایک نابینا کو اس کے پاس کوئی رہبر نہ ہونے کے باوجود بھی نبی کریم ﷺ نے انہیں "ترکِ جماعت" کی اجازت نہیں دی۔

اس جگہ صرف ان تین حدیثوں پر اکتفاء کیا گیا ہے، ان کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث ہیں جو جماعتِ مسجد کی فضیلت واہمیت کو اور اس کے بلا عذر ترک پر سخت وعیدوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ **اللھم وفقنا اھتمامه و اتباعه۔**

یہ روایات جہاں جماعتِ مسجد کی فضیلت واہمیت کو ثابت کرتی ہیں، وہیں مسجد میں متعدد جماعتوں کی کراہت کو بھی واضح کرتی ہیں، اسکی تفصیل ہم آگے ذکر کریں گے۔

جماعتِ مسجد کا فقہی حکم:-

اسی وجہ سے تمام فقہاء کرام نے اذان کے بعد مسجد پہونچنے اور جماعت کو پانے کی تیاری کو واجباتِ دین میں شامل کیا ہے۔

چنانچہ امام احمدؒ کے نزدیک اذان سننے کے بعد جماعت میں شامل ہونا "فرض عین" ہے، جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک "فرض کفایہ اور سنت علی العین" ہے، امام ابوحنیفہؒ کا مشہور قول "وجوب" کا ہے، (یا کم از کم "سنتِ موکدہ" کا) جبکہ کوئی عذر شرعی نہو، عذر کی تفصیل علاحدہ ہے۔[۱]

[۱] درسِ ترمذی: ۱/۴۸۱ بتغیر یسیر

نظامِ جماعت کے مقاصد وفوائد:-

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ دینِ اسلام کے احکام اور ان کی حکمتوں کے بڑے عالم وعارف گذرے ہیں، ان کی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" اس خصوصیت کے ساتھ علماءِ دین میں معروف ومشہور ہے، ذیل میں ہم اس کی شرح "رحمۃ اللہ الواسعہ" کی مدد سے نماز باجماعت کی مشروعیت کی حکمتیں نقل کرتے ہیں شاہ صاحبؒ کے بیان کا ترجمہ شارحِ کتاب حضرت مفتی سعید احمد صاحب مدظلہٗ کے الفاظ میں اس طرح ہے:

چند مصالح کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکمِ الٰہی جماعت سے نماز ادا کرنے کا نظم بنایا، اور متنوع ثواب بیان کر کے اسکی ترغیب دی، اس میں کوتاہی کرنیوالوں کو سخت تنبیہ فرمائی، وہ فوائد ومصالح یہ ہیں۔

الف: "رسم" یعنی دنیا کی آفات سے حفاظت میں اس سے زیادہ کوئی چیز نافع نہیں کہ عبادات میں سے کسی عبادت کو رواجِ عام دیا جائے، جو ہر کہ ومہ کے سامنے ادا کی جائے، اور اس کو سب شہری اور دیہاتی ادا کریں، کوئی مسلمان اس سے مستثنیٰ نہ ہو، اور لوگ اس عبادت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں، اور اس عبادت کو اتنا عام کیا جائے کہ وہ "ضروری معاشی امور" کا درجہ حاصل کر لے، جس طرح کھانا پینا اور سونا جاگنا زندگی کے ایسے لوازم ہیں کہ ان کے بغیر چارہ نہیں، نہ کوئی شخص ان سے بے اعتنائی برت سکتا ہے۔ اسی طرح اس عبادت کو بھی لوگوں کی "عادتِ ثانیہ" بنا دینا چاہیے تا کہ وہ عبادت دوسری عبادتوں کا لوگوں میں شوق پیدا کرے، اور دنیا کے ہر معاملہ میں اور زندگی کے ہر موڑ پر دین کی طرف لوگوں کو دعوت دیتی رہے تا کہ وہی دنیا جس کے ضرر کا ہر وقت دھڑکا لگا رہتا تھا وہ لوگوں کو دین کی طرف بلانے والی بن جائے۔ ایسی عبادت جو ان مقاصد کو اس طرح پورا کرے نماز ہی ہو سکتی تھی، کیونکہ وہ عظیم الشان اور قوی البرہان

عبادت ہے ،اس لئے شریعت نے اس کو با جماعت ادا کرنے کا حکم دیا، تا کہ اس کی اشاعت عام ہو،اس کے لئے لوگ ایک جگہ جمع ہوں اور سب مل کر اس کو ادا کریں تا کہ اس کی برکت سے غفلت کا پردہ چاک ہو۔

ب: ملت تین طرح کے لوگوں پر مشتمل ہے ا۔علماء جو مقتدا ہیں ۲۔نیکوکاری کے خواہشمند لوگ جن کو وعظ ونصیحت کے ذریعہ شوق دلانا کافی ہوجاتا ہے ۳۔نیت اور جذبے کے کمزور لوگ، جنہیں اگر سب کے ساتھ مل کر اور سب کے سامنے عبادت پر مجبور نہ کیا جائے تو وہ سستی وکاہلی میں مبتلاء ہوجاتے ہیں۔پس ان سب لوگوں کے حق میں اس سے زیادہ مفید اور ان مصالح سے ہم آہنگ اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں ہوسکتی تھی کہ سب کو ایک ساتھ مل کر ایک دوسرے کے سامنے عبادت کرنے کا حکم دیا جائے، تا کہ نمازی اور بے نمازی کا پتہ چل جائے ،اور عبادت کا شوق رکھنے والے اور بدشوق جدا ہوجائیں،اور جماعت میں جو علماء ہیں عوام ان کی پیروی کرسکیں،اور جو بے علم ہیں علماء ان کی تعلیم واصلاح کرسکیں، تا کہ اللہ کی عبادت لوگوں میں سونے کی مثال بن جائے کہ جب اس کا کھرا کھوٹا جاننا ہوتا ہے تو وہ مختلف سناروں کو دکھایا جاتا ہے اور وہ بتاتے ہیں کہ کونسا سونا کھرا ہے اور کونسا کھوٹا ہے؟ اسی طرح جب سب مل کر ایک دوسرے کے سامنے عبادت کریں گے تو جو عبادت میں غلطی کرے گا اس کی اصلاح کی جائیگی اور جو صحیح طریقہ پر عبادت کرے گا اس کو بنظرِ استحسان دیکھا جائے گا۔

ج: اسی طرح مسلمانوں کا ایک ساتھ جمع ہونا،اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوں،اس کی رحمت کے امیدوار ہوں،اس کے عذاب سے خائف ہوں،اس کے سامنے سر اطاعت جھکانے والے ہوں، تو یہ منظر اور یہ حال اللہ تعالیٰ کی برکتوں اور رحمتوں کے نزول میں عجیب تاثیر وخاصیت رکھتا ہے۔چنانچہ جماعت کی نماز کی مشروعیت کا ایک سبب یہ بھی ہے۔

د: امتِ مسلمہ کو روئے زمین پر اس لئے جلوہ گر کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام کا بول بالا ہو، یعنی زمین میں کوئی دین، دینِ اسلام سے اعلیٰ نہ رہے، اسلام ہی تمام ادیان پر غالب آجائے، جیسا کہ "سورۃ الصّف" میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا، تاکہ وہ دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کردے، گو مشرکین کیسے ہی ناخوش ہوں' اور غلبۂ اسلام کی جہاں بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ اعمالِ اسلام کا عام مظاہرہ ہو، اور یہ بات اسی وقت متصور ہوسکتی ہے جب کہ مسلمانوں کے عوام وخواص، شہری و دیہاتی، چھوٹے اور بڑے ایک ساتھ جمع ہوکر اور مل جُل کر وہ عبادت بجالائیں جو اللہ کے دین کا سب سے بڑا اشعار اور اس کی بندگی کا مشہور ترین طریقہ ہے، یعنی "نماز"۔

ہ: باجماعت نماز کا ایک عجیب فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر مقتدی نماز میں کچھ بھی نہ پڑھے، صرف نیت کر کے تکبیرِ تحریمہ کہہ کر آخر تک تمام ارکان میں امام کے ساتھ شریک رہے، تو بھی اس کی نماز ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اقوال میں سے نماز میں صرف قراءت فرض ہے، اور جماعت کی نماز میں وہ امام کے ذمہ ہے۔ باقی تکبیرات، تسبیحات، اور ادعیہ وغیرہ یا تو مستحب ہیں یا سنت یا واجب، جن کے ترک سے بھی نماز ہوجاتی ہے۔ (یہ آخری فائدہ شارح نے بڑھایا ہے)

بس انہی فوائد ومقاصد کی خاطر شریعتِ اسلامی نے جمعہ اور جماعت کو مشروع کیا، اس کی ترغیب دی اور اس کی خلاف ورزی کو سختی سے منع کیا ہے۔[1]

ان حکمتوں اور مقاصد کا عام فہم خُلاصہ:-

حاصل یہ نکلا کہ شریعت اسلامی میں پنجوقتہ نمازوں کے لئے جماعت کی مشروعیت،

[1] رحمۃ اللہ الواسعہ: ۳/۵۷۱تا۵۷۳

اس کی پابندی پر بے شمار فضائل وانعامات اور اس کی خلاف ورزی پر سخت ترین وعیدیں اس لئے رکھی گئی ہیں کہ اس کے ذریعہ (۱) اللہ کا کلمہ بلند ہوتا ہے۔ (۲) دینِ اسلام کے ماننے والوں میں توحید وعبودیت کے اظہار واعلان کی جرأت پیدا ہوتی ہے۔ (۳) اجتماعِ عام کے ذریعہ شوکتِ اسلام اور عددی قوت کا اظہار ہوتا ہے۔ (۴) پانچ وقت اہلِ محلہ کے اکٹھا ہونے اور مل جل کر عبادت کرنے سے ان کے درمیان محبت و مودت، اخوت و بھائی چارہ کی فضا قائم ہوتی ہے۔ (۵) تمام امور میں امیر کی اطاعتِ کاملہ کا مزاج بنتا ہے اور اسکا مظاہرہ ہوتا ہے۔ (۶) عوام وخواص کے اجتماع سے عوام کو علماء سے استفادہ کرنے اور علماء کو عوام کے اعمال واخلاق کی اصلاح کرنے کا موقع ملتا ہے (۷) ایک دوسرے کے جسمانی، ایمانی اور معاشی احوال سے واقفیت اور ان کے مداوا کی توفیق ہوتی ہے۔ (۸) اہلِ ایمان کا یہ اجتماع اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا سبب بنتا ہے (۹) غیر مسلمین پر مسلمانوں کی جمعیتِ متحدہ اور عباداتِ الٰہیہ کی دھاگ بیٹھتی ہے۔ (۱۰) ان کے قلوب کے اسلام کی طرف مائل وراغب ہونے کا سبب بنتا ہے۔ (۱۱) افضل العبادات کا یہ عملی واجتماعی مظاہرہ بندوں پر ”عبادتِ رب“ کے حق کو پہچاننے کا وسیلہ وذریعہ بن جاتا ہے۔ (۱۲) نمازی و بے نمازی، عمل کا شوق رکھنے والے اور بدشوق ایک دوسرے سے نمایاں ہوجاتے ہیں۔ **وغیرھا مالا یعدو لا یحصیٰ**

ان مقاصد کا حصول ایک ہی جماعت ہونے سے ہوتا ہے:-

جب یہ بات ہے تو جماعت کے یہ ”فوائد ومقاصد“ اسی وقت حاصل ہوں گے جب مسجد میں ہر نماز کے لئے ایک ہی اذان اور ایک ہی جماعت ہو، جب اذان ہوجائے تو سب لوگ اس اجتماع کی تیاری شروع کردیں، اور بلا لحاظِ مسلک ومشرب، امیر وغریب، رئیس وفقیر، عالم وجاہل، خویش واجنبی، اور صغیر وکبیر کے سب مسلمان مسجد میں اکھٹے

ہوجائیں۔اورامامِ واحد کی اتباع واقتداء میں نماز ادا کر کے اپنے اپنے مشاغل کی طرف لوٹ جائیں۔ یہ نہیں کہ ہر نماز کے وقت پورے وقت میں متعدد اذانیں ہوتی رہیں اور جماعتیں بنتی رہیں، یا اذان تو ایک ہی ہو مگر لوگ وقفہ وقفہ سے آتے رہیں اور علاحدہ علاحدہ جماعتیں بنا کے نماز ادا کرتے رہیں، کیونکہ ایسا کرنا ''نظامِ جماعت'' کی مذکورہ بالا مقاصد کو فوت کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اور آپ ﷺ کے بعد کے زمانوں میں بھی ـــــ سوائے اِکّا دکّا جزوی واقعہ کے ـــــ مساجد میں ایک نماز کیلئے دو یا دو سے زائد جماعتوں کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا تھا۔ بلکہ بقول بعض محققین کے ''جماعتِ ثانیہ'' کا یہ رواج چھٹی صدی ہجری تک کہیں نہیں تھا۔

جماعت ثانیہ ان مقاصد کو ختم کر دیتی ہے:-

''جماعتِ ثانیہ'' جماعت کے ان منافع ومقاصد کو ختم کر دیتی ہے، جس کے لئے جماعت مشروع ہوئی ہے۔ چنانچہ (۱) جماعتِ ثانیہ کی اجازت جماعتِ اولیٰ سے غفلت کا سبب ہے۔ (۲) اس کی وجہ سے جماعتِ اُولیٰ میں مصلیوں کی تعداد گھٹ جاتی ہے جو منشائے شرع کے خلاف ہے۔ (۳) تفریق بین المؤمنین کا سبب ہے جب کہ جماعت اجتماع واتحاد کے لئے قائم کی جاتی ہے۔ (۴) دوسری جماعت کی اجازت تیسری، چوتھی اور اس سے بھی زیادہ جماعتوں کا سبب ہو کر نظم جماعت کا مذاق بن جاتی ہے جیسا کہ عرب علاقوں میں اور جہاں بھی لوگ اس کے قائل ہیں ان مسجدوں میں روز روز کا مشاہدہ ہے۔ (۵) امامت جو ایک باوقار و ذمہ دار منصب ہے اور اسکے لئے متدین ومتشرع، احکام سے واقف اور صحیح التلاوت آدمی کا انتخاب ہونا چاہیے، اس کے بجائے کوئی بھی احکام سے واقف وناواقف، صالح وفاسق امام بن جاتا ہے، بسا اوقات انشرٹ کیا ہوا، برہنہ سر، قرآن کریم صحیح نہ پڑھ سکنے والا شخص بھی امام ہو جاتا ہے، جس سے دیکھنے والوں کی نگہ میں

"منصبِ امامت" بے حیثیت ہو کر رہ جاتا ہے۔(۶) لوگ مسلکوں کی بنیاد پر قصداً جماعتِ مقررہ سے رُک کر علاحدہ جماعت کرنے پر جری ہوجاتے ہیں۔ جو باہمی نزاع واختلاف کو ہَوا دینے کا سبب ہوجاتا ہے۔ جبکہ مسجد ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں پہونچ کر سب اختلافات ختم ہوجاتے ہیں۔

جماعتِ ثانیہ کے یہ اور ان جیسے بہت سے نقصانات ہیں جو ادنیٰ تأمل سے سمجھ میں آسکتے ہیں، غالباً انہی وجوہ سے نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، ائمہ مجتہدینؒ، اور علماء دین نے نہ صرف یہ کہ "جماعتِ ثانیہ" کی ترغیب نہیں دی بلکہ قولاً وعملاً اسے مکروہ وناپسندیدہ ہی قرار دیا جس کی تفصیل اگلی سطروں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

جماعتِ ثانیہ اور اشاراتِ قرآنیہ :-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝۱۰۷ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ [1]

اور جن لوگوں نے ایک مسجد ضرار، کفر، تفریق بین المؤمنین اور اللہ ورسول کے دشمنوں کو پناہ دینے کے لئے بنائی ہے، اور قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اس سے ہمارا مقصد اچھا ہے، جبکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں، اے نبی! آپ اس میں ہرگز نماز نہ پڑھیں۔

ابن العربیؒ فرماتے ہیں: یعنی مسلمان ایک جماعت تھے، ایک مسجد کے مصلی تھے منافقین نے اس مسجد کے ذریعہ چاہا کہ ان کی اجتماعیت کو توڑ دیں، تاکہ وہ ان سے علاحدہ ہوجائیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت کے نظام کا حقیقی مقصد مسلمانوں کے قلوب

[1] سورة التوبة: ۱۰۷

کو جوڑنا، عبادت کے نظام کو مستحکم کرنا اوران کے درمیان مودت ومحبت پیدا کرنا ہے۔ امام شاطبیؒ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو نقل کرکے اس تفسیر کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔[۱]

"مسجد ضرار" کے قیام کو اللہ تعالیٰ نے جن وجوہ سے ناپسند فرمایا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ڈھادینے کا حکم دیا تھا، ان میں سے ایک وجہ **تفریقاً بین المؤمنین** بھی فرمائی ہے، جماعتِ ثانیہ کی اجازت بھی جماعتِ اولیٰ سے تہاون وغفلت اور جماعت کی کثرت ٹوٹنے کا سبب ہے، چنانچہ جن علاقوں میں اس کا عام رواج ہوگیا ہے، وہاں جماعتِ اولیٰ کا کوئی خاص اہتمام نظر نہیں آتا، لوگ آتے رہتے ہیں اور جماعتیں بناتے رہتے ہیں، جبکہ اذان وجماعت کا اسلامی نظام بستی کے مسلمانوں کو جوڑنے اور اکھٹے کرنے کیلئے قائم کیا گیا ہے۔

امام قرطبیؒ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے ارشاد: "**وتفریقاً بین المؤمنین**" سے معلوم ہوگیا کہ منافقین کی مسجدِ ضرار بنانے سے ایک غرض یہ بھی تھی کہ مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوجائے اور مسجدِ نبوی کی جماعت گھٹ جائے (جس پر اللہ تعالیٰ نے سخت ناراضگی ظاہر فرمائی) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں جماعت کی نماز کے نظام کا سب سے بڑا مقصد اور اسکی واضح غرض وغایت مسلمانوں کو ظاہراً وباطناً اطاعتِ الٰہی پر جوڑنا، اور دین کے ایک اہم عمل کے ذریعہ ان میں اجتماعیت اور باہمی محبت پیدا کرنا، اور قلوب کو "کینہ وکدورت" کی گندگی سے پاک کرنا ہے، چنانچہ امام مالکؒ نے اس آیتِ شریفہ میں اس "دقیق ولطیف نکتہ" کو بھانپتے ہوئے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ ایک مسجد میں ایک ہی نماز کی دو جماعتیں نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ جماعت کا مقصد مسلمانوں کو جوڑنا ہے اور اس جوڑ میں رخنہ ڈالنا منافقوں کا کام ہے، جبکہ "جماعتِ ثانیہ" اتحادِ ملی کے اس عظیم مقصد کو ضائع کرتی اور اس نظام کی برکت کو

[۱] القول المبین فی اخطاء المصلین ص: ۲۷۰

ختم کردیتی ہے، اس کی وجہ سے غافلوں کو بہانہ مل جاتا ہے کہ جماعت چھوٹ جائے گی تو دوسری جماعت کرلیں گے، (اس لئے وہ بھی تفریقاً بین المؤمنین میں داخل ہوکر ممنوع ومکروہ قرار پائے گی) [۱]

☆ اسی طرح سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۰۲ میں اللہ تعالیٰ نے جنگ کی خوفناک صورتحال کے دوران اگر نماز کا وقت ہوجائے اور فریقین میں اسطرح ٹھنی ہوئی ہو کہ دشمن کی طرف سے تھوڑی دیر کیلئے بھی توجہ ہٹانی مشکل ہوتو نماز کا ایک خاص طریقہ نازل فرمایا ہے، جس کو فقہاء "صلوٰۃ الخوف" کہتے ہیں، اس میں بھی مجاہدین کو ایک ہی جماعت پر جمع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اگر چاہتے تو ایسے وقت انہیں علاحدہ علاحدہ جماعت بنا کر پڑھنے کی بھی اجازت دے سکتے تھے، لیکن ایسا نہیں فرمایا گیا۔ اس سے بھی "جماعتِ ثانیہ" کی کراہت کا صریح اشارہ ملتا ہے۔

جماعتِ ثانیہ اور اسوۂ نبوی ﷺ:-

☆ حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ اقبل من نواحی المدینة یرید الصلوٰة، فوجد الناس قد صلّوا، فمال الی اهله فجمع اهله فصلّی بهم۔ [۲]
(اخرجه الطبرانی برجال ثقات)

نبی کریم ﷺ مدینہ کے کسی نواحی محلہ سے مسجدِ نبوی کو واپس آئے، نماز کا ارادہ فرمایا تو دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں، یعنی مسجد میں نماز ہوچکی ہے تو آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو لے کر جماعت بنائی۔

---

[۱] الجامع لاحکام القرآن: ۱۴۵/۸ [۲] مجمع الزوائد: ۴۵/۲

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مسجد میں ''جماعتِ ثانیہ'' کو پسند نہیں فرماتے تھے، کیونکہ اگر پسند فرماتے تو گھر جا کر جماعت کرنے کے بجائے مسجد میں ہی جماعت فرما لیتے اور مسجد کی فضیلت کو ترک نہ فرماتے۔

☆اسی طرح ''بخاری و مسلم'' کی وہ روایت جو پیچھے حضرتِ ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے گذر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان کے بعد مسجد نہ آنے والوں کے گھروں کو جلا دینے کا حتمی ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔غور کرنا چاہیے کہ اگر آپؐ کے نزدیک ''جماعتِ ثانیہ'' کی گنجائش ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات کیسے ارشاد فرما سکتے تھے؟اس لئے کہ پہلی جماعت میں نہ پہونچنے والوں کے پاس یہ عذر ہوسکتا تھا کہ ہمارا ارادہ دوسری جماعت بنالینے کا تھا،ایسی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تنبیہ وتہدید بے معنیٰ ہوکر رہ جاتی ہے۔

جماعتِ ثانیہ اور صحابہؓ و تابعین:-

☆''امام طبرانیؒ'' نے سندِ حسن کے ساتھ ابراھیم نخعیؒ سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ:ایک دفعہ وہ نماز کے لئے مسجد پہونچے تو لوگ نماز سے فارغ ہوکر واپس ہورہے تھے،ان کے ساتھ حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ بھی تھے حضرتِ ابن مسعودؓ گھر لوٹ آئے اور ان دونوں کے ساتھ گھر پر جماعت بنا کے نماز ادا فرمائی،غور کرنے کی بات ہے کہ جب وہ مسجد پہونچ ہی گئے تھے تو وہاں پر بھی ان لوگوں کیساتھ جماعت کر سکتے تھے،ایسی صورت میں کچھ اور لوگ بھی جماعت میں شریک ہوجاتے،لیکن چونکہ یہ حضرات مسجد میں جماعتِ ثانیہ کو پسند نہیں فرماتے تھے،اس لئے گھر واپس آکر جماعت بنالی،اس جگہ یہ بھی یاد رہیکہ حضرت ابن مسعودؓ فقہاءِ صحابہؓ میں اونچا مقام رکھتے ہیں۔

☆عبدالرحمن بن مجبرؒ کہتے ہیں کہ میں سالمؒ بن عبداللہؓ کے ساتھ نماز کے لئے جامع مسجد میں داخل ہوا، اس وقت لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے، تو بعض لوگوں نے ان سے کہا، کیوں نہ آپ دوسری جماعت کرلیں؟ آپ نے فرمایا: ایک نماز کی ایک ہی مسجد میں دومرتبہ جماعت نہیں کی جاتی۔ یادرہے کہ سالمؒ بن عبداللہؓ مشہور تابعی اور عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے ہیں نیز امام مالکؒ نے "مدوّنۃ الکبریٰ" میں ابن وہبؒ سے قابلِ اعتماد سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جماعتِ ثانیہ کے بارے میں یہی رائے ابن شہاب زہریؒ، یحییٰ بن سعیدؒ، ربیعہؒ، اورلیث بن سعدؒ کی بھی ہے۔

بہرحال سالمؒ بن عبداللہؓ کے اس ارشاد میں کہ" ایک نماز کی جماعت ایک ہی مسجد میں دومرتبہ نہیں کی جاسکتی" جماعتِ ثانیہ کی کراہت پر صریح دلیل موجود ہے بالخصوص جب کہ متعدد تابعین اس کی تائید وتصویب بھی کررہے ہوں۔ [۱]

☆مصنف ابن ابی شیبہؒ اور مصنف ابن عبدالرزاقؒ میں حضرت حسن بصریؒ کا ارشادمروی ہے کہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ مسجد میں کبھی ایسے وقت پہونچتے کہ جماعت ہوچکی ہوتی تو اپنی نماز تنہا پڑھ لیا کرتے تھے، (جماعتِ ثانیہ نہیں کرتے تھے) یہی بات امام شافعیؒ نے ''کتاب الام'' میں فرمائی ہے کہ ''ہم کو یہ بات احادیث اور سلفِ صالحین کے ذریعہ اچھی طرح محفوظ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں اگر کچھ لوگوں کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جماعت چھوٹ جاتی تو وہ لوگ یعنی صحابہ کرامؓ جماعت پر قدرت کے باوجود دوسری جماعت نہیں کرتے تھے، تنہا پڑھ لیا کرتے تھے، کیونکہ صحابہ کرامؓ مسجد میں (ایک نماز کی) دو جماعتوں کو مکروہ سمجھتے تھے۔'' جنکی جماعت چھوٹ گئی انہیں مسجد میں" جماعتِ ثانیہ" نہ کرنے اور تنہا پڑھ لینے کی ہدایت دینے کے بعد امام شافعیؒ فرماتے ہیں: اگر کچھ لوگوں نے مسجد میں جماعتِ ثانیہ کرلی تو اگرچہ نماز صحیح ہوجائیگی مگر وہ لوگ مکروہ کے مرتکب

[۱] اعلاء السنن: ۲۷۹/۴

ہوں گے، کیوں کہ ہمارے متقدمین اور سلفِ صالحین جماعتِ ثانیہ نہیں کرتے تھے، بلکہ بعض سلف تو ایسا کرنے کو معیوب سمجھتے تھے۔[۱]

اہلِ علم جانتے ہیں کہ مجتہدین کے کلام میں ''سلف'' سے مراد صحابہؓ وتابعینؒ ہی ہوا کرتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ مجتہدین سب کے نزدیک ''جماعتِ ثانیہ'' مکروہ وناپسندیدہ ہی تھی، اور یہ حضرات کسی عمل کو اس وقت تک مکروہ ومعیوب نہیں سمجھتے تھے جب تک کہ وہ نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب کے قول وفعل سے ثابت نہ ہوجاتا۔ چنانچہ ذخیرۂ احادیث میں صحابہ کرامؓ اور تابعینِ عظام کے زمانوں میں اور خود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں جماعتِ ثانیہ کا ذکر ــــ اکا دکّا واقعہ کے علاوہ ــــ نہیں ملتا، جبکہ جماعت دن میں پانچ مرتبہ قائم ہوتی ہے، اور ہزار ہا مسلمانوں میں سے چند ایک کی جماعت کا چھوٹ جانا فطرۃً یقینی بات ہے۔

جماعتِ ثانیہ اور ائمہ مجتہدین:-

یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء امت نے نہ صرف یہ کہ ''جماعتِ ثانیہ'' کی ہمت افزائی نہیں کی بلکہ صراحۃً اسے مکروہ اور ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے، ہاں! اگر وہ مسجد، محلہ کی مسجد نہ ہو، اس میں باقاعدہ اور بروقت جماعت کا انتظام نہ ہو، بلکہ مسافروں اور راہ گیروں کے لئے بنادی گئی ہو، جہاں ہر وقت لوگ آتے جاتے نماز پڑھ لیا کرتے ہوں تو ایسی مسجد میں تکرارِ جماعت کی ممانعت وکراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ چنانچہ تمام علماء نے ایسی مسجدوں کو ''جماعتِ ثانیہ'' کی کراہت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

☆ عبدالرحمٰن الجزیری اس سلسلہ میں ''ائمہ اربعہ'' کا موقف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

[۱] الام: ۱/۱۵۴

يكره تكرار الجماعة في المسجد الواحد ان تصلي فيه جماعة بعد اخرىٰ	ایک مسجد میں یکے بعد دیگرے جماعت کرنا فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے

اس کے بعد اس کی تفصیل اس طرح نقل کی ہے:

احناف کے نزدیک: مساجدِ طریق یعنی راستوں پر بنائی گئی مسجدوں میں جس میں امام اور مقتدی متعین نہیں ہوتے جماعت کی تکرار بلا کراہت جائز ہے، اور مساجدِ محلہ میں جہاں امام اور اکثر مقتدی اہل محلہ ہوتے ہیں ان میں اسی جگہ پر جہاں پر جماعتِ اولیٰ قائم ہوچکی ہو، ''جماعتِ ثانیہ'' کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ البتہ اس جگہ سے ہٹ کر کسی دوسرے مقام و مکان میں جماعت کی جاسکتی ہے۔

مالکیہ کے نزدیک: کسی بھی مسجد میں بلکہ اس ''جماعتِ ثانیہ'' میں بھی جو پنجوقتہ نمازوں کے لئے مختص ہوگیا ہو ''مقررہ امام'' کی جماعت ہوجانے کے بعد دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے، اگرچہ کہ امام نے اس کی اجازت بھی دی ہو، اسی طرح مقررہ وقت میں ''مقررہ امام'' سے قبل بھی علاحدہ جماعت کرنا درست نہیں ہے۔ اور جماعتِ اولیٰ کے دوران ''جماعتِ ثانیہ'' کرنا تو حرام ہے۔ البتہ وہ مساجد یا مواقعِ صلوٰۃ جہاں امام مقرر نہ ہو اور لوگ علاحدہ علاحدہ جمع ہوکر جماعت کر لیتے ہوں تو ایسے مقامات پر ایک ہی نماز کی متعدد جماعتوں میں کوئی حرج و کراہت نہیں ہے۔

شوافع کے نزدیک: ایسی مساجد میں جہاں امام مقرر ہو، بغیر امام کی اجازت کے جماعتِ ثانیہ مطلقاً مکروہ ہے، خواہ جماعت سے قبل ہو خواہ بعد میں ہو یا ساتھ میں ہو، ہاں اگر وہ مسجد محلہ کی نہ ہو بلکہ راہ گیروں کے لئے بنائی گئی ہو، یا اس میں کوئی امام باقاعدہ مقرر نہ ہو، تو ایسی صورت میں جماعتِ ثانیہ کی گنجائش ہے۔

حنابلہ کے نزدیک: مقررہ امام کی جماعت ہوجانے کے بعد دوسری جماعت، مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کو چھوڑ کر دوسری مسجدوں میں بلاکراہت جائز ہے۔ کیونکہ ان دونوں مسجدوں میں بغیر عذرِ شرعی کے ان کے نزدیک جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے۔[۱]

☆ عصرِ حاضر کے عظیم محقق وفقیہ مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں: حنابلہ اور اہلِ ظاہر "جماعتِ ثانیہ" کے جواز کے قائل ہیں۔۔۔۔۔۔لیکن ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ) اور جمہور (یعنی علماء کی اکثریت) کا مسلک یہی ہے کہ جس مسجد میں امام وموذن مقرر ہوں اور اس میں ایک مرتبہ محلہ والے نماز پڑھ چکے ہوں وہاں تکرارِ جماعت مکروہِ تحریمی ہے، البتہ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ ایسی صورت میں محراب سے ہٹ کر بغیر اذان واقامت اور بغیر تداعی (لوگوں کو جمع کئے بغیر کسی جگہ) نماز ادا کی جائے تو جائز ہے، مگر احناف کا مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ اس طرح بھی "جماعتِ ثانیہ" کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی مسجد میں غیر اہلِ محلہ نے آکر اپنی جماعت کر لی ہو تو اہلِ محلہ کو دوبارہ جماعت کرنے کا حق ہے، یا اگر بعض محلہ والوں نے چپکے سے اذان کہہ کر جماعت کر لی ہو اسطرح کہ اس کی اطلاع اہلِ محلہ کو نہ ہوسکی ہو تو ان کے لئے تکرارِ جماعت جائز ہے، یا اگر مسجدِ طریق ہو جس کے امام وموذن مقرر نہ ہوں تو اس میں بھی تکرارِ جماعت جائز ہے، ان صورتوں کے سوا کسی صورت میں بھی جمہور (یعنی علماءِ امت کی اکثریت) کے نزدیک تکرارِ جماعت جائز نہیں ہے۔[۲]

☆ فضیلۃ الشیخ مشہور حسن سلمان ــــ مصلیوں کی کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ــــ لکھتے ہیں: "جماعتِ اولیٰ سے پیچھے رہ جانے والوں کی غلطیوں میں سے ایک غلطی امامِ مقرر کی جماعت ہوجانے کے بعد جماعتِ ثانیہ کرنا ہے، جبکہ علماء وفقہاء کی ایک بڑی جماعت نے اس کو منع کیا ہے، اور ایسی صورت میں انفراداً نماز پڑھ لینے کا حکم دیا ہے،

[۱] الفقہ علی مذاہب الاربعہ: ۱/۲۴۴، [۲] درسِ ترمذی: ۱/۴۸۴

چنانچہ سفیان ثوریؒ، عبداللہ ابن المبارکؒ، امام مالک بن انسؒ، امام محمد بن ادریس شافعیؒ، لیث ابنِ سعدؒ، امام اوزاعیؒ، امام زہریؒ، عثمان بتی، ربیعہؒ، امام ابوحنیفہؒ، اوران کے دونوں اصحاب یعنی امام ابویوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ، یحییٰ بن سعیدؒ، سالم بن عبداللہؒ، ابو قلابہؒ، عبدالرزاق صنعانیؒ، ایوب سختیانیؒ، حسن بصریؒ، علقمہؒ، اسودؒ، ابراھیم نخعیؒ، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اکابرِ علماءِ دین وائمہ مجتہدین نے احادیث و آثار کی روشنی میں مسجد میں "جماعتِ ثانیہ" کی مخالفت فرمائی ہے۔[۱]

جماعت ِثانیہ اور عقلِ سلیم:-

یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ شریعت میں جماعت کی تعداد کا کثیر ہونا مطلوب ومقصود ہے، ادھر یہ بات بھی عقلی ویقینی ہے کہ جب لوگوں کو جماعتِ ثانیہ کی گنجائش مل جاتی ہے تو وہ "جماعتِ اولیٰ" میں شرکت کی کماحقہٗ فکر وکوشش کرنا چھوڑ دیتے ہیں، جیسا کہ ان علاقوں کا حال شاہد ہے جہاں "جماعتِ ثانیہ" کا رواج عام ہے۔ کیونکہ وہاں لوگ جماعتِ اولیٰ ہوجانے کے بعد بھی آتے رہتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی جماعت بنا کر نماز پڑھتے رہتے ہیں، یہ تہاون وغفلت دوسری جماعت مل جانے کی امید ہی پر تو ہوتی ہے، نیز متعدد جماعتیں ہونے میں جھگڑوں اور اختلافات کے مواقع بھی زیادہ ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جماعتِ ثانیہ کی اجازت جماعتِ اولیٰ کی تقلیل وکمی کا سبب ہے اور جماعت میں تقلیل وتفریق کا سبب بھی بلاشبہ مکروہ ہے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اذان کے بعد جماعت میں نہ شریک ہونے والوں کو جو سخت تنبیہ فرمائی ہے، اس سے بھی عقلاً جماعتِ اولیٰ ہی مراد ہے، اس لئے کہ اگر جماعتِ ثانیہ کی گنجائش ہوتی تو جماعتِ اولیٰ میں نہ پہونچنے والوں کو اتنی سخت تنبیہ نہ فرمائی جاتی۔

[۱] القول المبین فی اخطاء المصلین ص: ۲۶۹

کیوں کہ ان سے جماعتِ ثانیہ وثالثہ میں شرکت کا امکان باقی تھا، جو ان کے حق میں عذر ہوسکتا تھا۔ چنانچہ یہ طئے ہیکہ وہ تہدید وتنبیہ" جماعت اولیٰ" کے تارکین کے لئے ہی تھی، جب ایسا ہے تو جماعتِ اولیٰ میں شرکت حکمِ رسول سے لازم وواجب ہوگئی اور جب پہلی جماعت میں شرکت کا واجب ہونا ثابت ہوگیا تو خود بخود اس سے جماعتِ ثانیہ کی کراہت بھی ثابت ہوگئی ہے۔[۱]

نیز حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت جو پیچھے گذر چکی ہے میں جو انہوں نے فرمایا ہے کہ ''صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں مشہور منافقوں کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو جماعت میں شریک نہ ہوتا تھا اور اگر دو آدمیوں کے سہارے گھسٹتے پیروں سے بھی پہونچ سکتا تھا تو بھی ضرور وہ مسجد آتا تھا، یہ قول بھی جماعتِ اولیٰ کی طرف اشارہ کر رہا ہے

امام احمدؒ کا مستدل اور اس کا رد:-

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ اس مسئلہ میں امام احمدؒ کا مسلک جمہور کے برخلاف جواز کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ" جماعتِ ثانیہ" سوائے حرمین شریفین کے دوسری مساجد میں علی الاطلاق درست ہے، اور ظاہریہ (غیر مقلدین) بھی جواز کے قائل ہیں، ان کی دلیل ایک تو حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ ایک صحابیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مسجد پہونچے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حاضرین سے فرمایا، کوئی ہے جو ان کے ساتھ شریک ہوکر ثواب حاصل کرلے؟ تو ایک صاحب (حضرت ابوبکرؓ) اٹھے اور ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لی![۲]

حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ سے ''جماعتِ ثانیہ'' کی ترغیب کا پتہ نہیں چلتا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ترغیب فرض ادا کئے ہوئے لوگوں کو دی، نفل کی نیت سے فرض پڑھنے والے کے ساتھ شریک ہونا موضوعِ بحث نہیں ہے، بلکہ موضوع فرائض کے لئے دوسری

۱؎ اعلاء السنن: ۲۷۸/۴، ۲؎ مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳/۵

جماعت بنانے کا مسئلہ ہے، پس یہ حدیث "اقتداء المتنفل خلف المفترض " یعنی فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل کی نیت سے شریک ہونے کے مسئلہ سے متعلق ہے نہ کہ "جماعتِ ثانیہ" کے مسئلہ سے، اس لئے اس سے استدلال کامل نہیں، دوسرے یہ کہ یہ صرف دو آدمیوں کی جماعت تھی اور ایک احیانی صورت تھی، اس لئے کہ اس سے اگر صحابہ کرامؓ جماعتِ ثانیہ کی ترغیب کا سبق لیتے تو ان کا اسپر تعامل ہوتا جبکہ پورے ذخیرۂ احادیث میں اس واقعہ کے علاوہ مسجد نبوی میں جماعتِ ثانیہ کا ذکر نہیں ملتا۔ تیسرے یہ کہ جب مسائل میں اباحت وکراہت کا اختلاف ہوتا ہے تو ترجیح کراہت کو حاصل ہوتی ہے۔[۱]

دوسری دلیل ان حضرات کی حضرت انسؓ کا واقعہ ہے کہ وہ مسجد ثعلبہ یا مسجد رفاعہ میں چند لوگوں کے ساتھ تشریف لائے، جس میں جماعتِ اولیٰ ہوچکی تھی تو انہوں نے پھر سے اذان واقامت کہلوائی اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔[۲]

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت انسؓ نے جس مسجد میں "جماعتِ ثانیہ" کی ہے اس کا محلہ کی مسجد ہونا واضح نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ مسجدِ طریق ہو، جس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اذان واقامت بھی کہلوائی، جبکہ "جماعت ثانیہ" کو درست سمجھنے والوں کے نزدیک بھی جماعتِ ثانیہ کے لئے اذان واقامت کا اعادہ صحیح نہیں ہے، پھر اس واقعہ کی بعض روایات میں مسجدِ رفاعہ کے نام سے جس مسجد کا ذکر ہے، اس نام سے مدینہ منورہ میں کوئی مسجد معروف نہیں تھی، اس لئے غالب گمان یہی ہے کہ محلے سے ہٹ کر یا کسی راستہ پر یہ مسجد رہی ہو، اور وہاں امام اور جماعت مقرر نہ ہو، اور ایسی صورت میں "جماعت ثانیہ" سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔[۳]

یہ توجیہ اسلئے بھی ضروری ہے کہ خود حضرت انسؓ نے ہی صحابہ کرامؓ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب ان کی جماعت فوت ہوجاتی تو وہ مسجد میں تنہا پڑھ لیا کرتے تھے[۴]

[۱] درس ترمذی، [۲] مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱/۵ [۳] درس ترمذی: ۴۸۵/۱، [۴] مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲/۵

جماعتِ اولیٰ ترک ہو جائے تو تلافی کیسے کی جائے؟:-

اب ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ اگر کسی بے چارے کی کوشش کے باوجود جماعت چھوٹ جائے تو وہ جماعت کے اجر کی تلافی کس طرح کرے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ: ۱) اذان کے بعد جماعتِ اولیٰ کو حاصل کرنے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کرے، کیونکہ خود اس فکر واہتمام کا ثواب مستقلاً ملتا ہے۔

۲) مسجد پہونچنے پر جماعت کے ساتھ قعدۂ اخیرہ بھی ملجائے تو جماعت کا ثواب پانے کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔

۳) اور اگر مسجد پہونچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہوچکی ہے تو بھی غم نہ کرے، تنہا نماز ادا کرلے، اس کو فکر واہتمام کی بدولت جماعت کے ساتھ ادا کرنیوالوں کے برابر ہی اجر وثواب ملے گا۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فان اتی المسجد فصلی فی جماعة غفر له، فان اتی المسجد و قد صلوا بعضا وبقی بعضا، صلی ماادرک واتم ما بقی، کان کذالک ، فان اتی المسجد وقد صلوا فاتم الصلوٰة کان کذالک[۱]

(جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد پہونچا) اور اس کو جماعت مل گئی تو اس کی مغفرت ہوگئی اور اگر کچھ جماعت ملی باقی تنہا پوری کرلی تو بھی مغفرت ہوگئی، اور اگر ایسے وقت پہونچا کہ جماعت ختم ہوگئی اور اس نے اپنی نماز الگ پڑھ لی تو بھی مغفرت ہوگئی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

۱ ابوداؤد: ۱/۱۵۴

من تو ضأفاحسن و ضوئه ثم راح، فو جدالناس قد صلوا، اعطاه الله مثل اجر من صلاها و حضرها، لا ينقص ذالک من اجورهم شیئاً[۱]

جس نے اچھی طرح وضو کیا، اور مسجد پہونچا تو دیکھا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں، تب بھی اللہ تعالیٰ اس کو جماعت میں شریک لوگوں کے اجر کے برابر اجر عطا فرمائے گا، ان لوگوں کے اجر میں کمی کئے بغیر۔

دونوں حدیثوں سے ایک بات تو یہ واضح ہوگئی کہ جماعتِ اولیٰ کو پانا یا اس کو پانیکی سعی کرنے کے باوجود نہ پاسکنا، دونوں اجر میں برابر ہے، اس لئے ثواب جماعت سے محرومی کے خیال سے جماعت ثانیہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماعتِ ثانیہ کو پسند فرماتے تو جماعت کے بعد پہونچنے والوں کو اسی کی ترغیب دیتے، مگر چونکہ ایسا کرنا نظام جماعت کے شرعی مقصد کے خلاف تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ترغیب نہیں دی، بلکہ علاحدہ پڑھ لینے کے باوجود جماعت سے پڑھنے والوں کے بقدر ثواب کا وعدہ فرمایا، بشرطیکہ اس نے جماعت پانے کی سعی کی ہو۔ اس ارشاد گرامی کے موجود ہوتے ہوئے مسجد پہونچنے پر جماعت نہ ملنے والوں کو نہ کسی غم کی ضرورت ہے اور نہ ہی جماعتِ ثانیہ کے ذریعہ اس کی تلافی کی حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ **والحمدللہ علی ذالک**

خلاصۂ بحث اور اہل علم سے ایک گذارش:-

خلاصہ یہ کہ مساجد میں جماعتِ ثانیہ کا بڑھتا ہوا رجحان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل، صحابہ کرامؓ، تابعینِ عظامؒ، تین ائمہ مجتہدینؒ اور جمہور محدثین وسلفِ صالحین کے

[۱] نسائی: ۱۱/۱

اقوال وآراء کی روشنی میں ایک مکروہ اورناپسندیدہ عمل ہے، اور یہ کہ اس میں زیادہ ثواب سمجھنا احکام سے ناواقفیت کی بناء پر ہے، اور یہ کہ جن چند علماء نے جمہور علماء کے برخلاف اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا ہے ان کے دلائل زیادہ مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے مرجوح ہیں۔ **واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔**

اس لئے اہلِ علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں مسئلہ کی صورتحال کو خوب اچھی طرح واضح کر کے اس بدعت کے خلاف جدوجہد کریں، اور دیکھادیکھی رواج پاتے ہوئے اس مکروہ عمل پر روک لگائیں۔ جماعتِ اولیٰ کے اہتمام کی طرف خصوصی توجہ دلائیں، اس کے ترک پر وارد وعیدوں سے روشناس کرائیں، یہ بھی بتلائیں کہ جماعتِ ثانیہ سے اس کی تلافی ممکن نہیں ہے، اور جس شخص نے جماعتِ اولیٰ کو پانے کی کوشش کی پھر بھی نہ مل سکی تو اس کو ملول ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس کو تنہا پڑھنے پر بھی جماعت کی نماز ہی کا اجر ملے گا۔ اور اگر غفلت کی وجہ سے جماعت چھوٹ گئی تو نوافل کی کثرت کے ذریعہ تلافی کرنے کی کوشش کرلے جیسا کہ سلف صالحین کے احوال میں منقول ہے کہ ایسے موقع پر تنہا نماز پڑھ لیتے تھے، پھر نوافل کے ذریعہ تلافی مافات اور اپنی غفلت کے علاج کی فکر کرتے تھے۔ اگر اہل علم حضرات اس قسم کے مسائل کو غیر اہم سمجھ کر اور نام نہاد وسعتِ ذہنی سے کام لے کر نظر انداز کرتے رہیں گے تو دھیرے دھیرے بات فرائض وواجبات تک پہونچ جائے گی، کیونکہ آج کل عام مسلمان محض بھولے پن سے اور آلہ ٔ کار لوگ سوچی سمجھی سازش کے تحت آہستہ آہستہ اسلاف کے دین کا حلیہ بگاڑ کر امریکہ کا مطلوب دین تیار کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ بار بار غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا چھوٹی چھوٹی باتوں پر سختی وپختگی سے عمل کرنے اور مسلمانوں کو پابند بنانے والے ہمارے اسلاف کرام تنگ نظر تھے؟ یا انہیں دلائل کے ضعف وقوت کا اندازہ

نہیں تھا؟ بات دراصل یہ ہے کہ باڑھ کی حفاظت ہی سے کھیت کی حفاظت ہوسکتی ہے، اور اگر باڑھ کو غیر اہم سمجھ کر چھوڑ دیا جائے تو پھر کھیت کی حفاظت کا خواب بھی خبط ہے۔

اللہ پاک ہمیں اپنے بڑوں کے تصلب دینی کو سمجھنے اور اس سے سبق سیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ان اریدبہ الا الاصلاح مااستطعت و ماتوفیقی الا باللہ

ایک جدید مکتبِ فکر اور امام ابن تیمیہؒ کی نظر میں اس کا مقام:-

اسلام میں پنجوقتہ نمازوں کے لئے نظامِ جماعت کا اہتمام کس قدر ہے، کیوں ہے، اس کے ذریعہ اسلام کیا چاہتا ہے، اور ان مقاصد کیلئے ہر مسجد میں ایک ہی جماعت قائم ہونی چاہیے، اسکے برخلاف بار بار جماعتیں کر کے جمعیت واتحاد کو کمزور کرنا کتنا ناپسندیدہ عمل ہے، یہ سب تفصیل آپ جان چکے ہیں، جو لوگ عربوں کی دیکھا دیکھی یا لاعلمی سے ثواب کی حرص میں "جماعتِ ثانیہ" کو ایک نیک کام سمجھ کر کر رہے تھے ان کیلئے اس عمل کو ترک کرنے یہ مضمون بہت کافی وشافی ہے، ان شاء اللہ اور جیسا کہ ابتداء میں عرض کیا گیا کہ یہ مضمون ایسے ہی طبقہ کی علمی رہنمائی وعملی اصلاح کے جذبہ سے لکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور توفیق عمل عطا فرمائے۔

لیکن اس طبقہ کے برخلاف اس زمانہ میں ایک اور طبقہ "سلفیت" کے نام پر ضدی اور ہٹ دھرم قسم کا ابھرا ہے، جو مسلمانوں کے اجتہادی اختلافات کو بھی دین وایمان کا اختلاف سمجھتا ہے، اور جس کے نزدیک "بخاری شریف" کی حیثیت ایک "متوازی نبی" کی حیثیت ہے کہ کسی بات کا بخاری شریف میں پایا جانا یا سعودی عرب میں اس پر عمل ہونا ایسا قطعی الثبوت مسئلہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی حدیث اور فقہی تحقیق نہ قابل سماعت ہے نہ لائق التفات! یہ طبقہ اختلافی امور میں اپنے مسلک کے پختہ مقلد ہونے اور اس کے

برخلاف کچھ نہ سننا چاہنے کے باوجود اپنے کو" کتاب وسنت کا متبع"، باقی سب مسلمانوں کو "بتانِ ائمہ کا پجاری" سمجھتا ہے، اس نئے اور بدعتی طبقہ نے ایک نیا سلسلہ یہ شروع کر دیا کہ اس مزاج وخیال کے لوگ مسجدوں میں بالقصد تاخیر سے پہونچتے اور علاحدہ جماعت بنا کر نماز پڑھتے ہیں، یا پھر انفراداً اپنی نماز پڑھتے ہیں، تاکہ حنفی المسلک امام کی اتباع سے محفوظ رہیں، یہ لوگ شیعوں کی طرح تقیہ کے مرتکب اور منافقوں کی طرح تفریق بین المؤمنین کے مجرم ہیں۔

یہ لوگ دراصل، سلفیوں کے علاوہ کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے، خاص طور سے احناف کو شرک سے کم درجہ کا قصوروار نہیں مانتے، خود میں نے متعدد مرتبہ دیکھا کہ اس طبقہ کے بعض نوجوان بات کرنے کیلئے آئے، درمیان میں جماعت کا وقت ہوگیا تو یہ لوگ علاحدہ کھڑے رہے اور جب جماعت ہوچکی تو اپنی جماعت بنا کر نماز پڑھی، پوچھنے پر بتلایا کہ چونکہ آپ لوگوں کی نماز صحیح نہیں ہے، اس لئے ہم علاحدہ پڑھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ طرزِ عمل سلف سے ثابت نہیں ہے، بلکہ بقول امام شافعیؒ سلف تو مسجد کی جماعتِ ثانیہ کو معیوب سمجھتے تھے نہ کہ مرغوب! اصل میں بس راز وہی ہے کہ ان کے نزدیک ابھی جماعت ہوئی ہی نہیں، اس لئے کہ جن لوگوں نے جماعتِ اولیٰ کی تھی، انہیں یہ وثنی اور صنمی یعنی بت پرست سمجھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ احناف کو بھی مسلمان سمجھتے اور" اہل السنۃ والجماعۃ" میں سے ہوتے تو بلا کراہت ان کی اقتداء کر لیتے، جیسا کہ بہت سے کر بھی لیتے ہیں ـــــ اور ان معتدل غُر مقلدین سے ہم مخاطب بھی نہیں ہے، جاہل حنفیوں اور غالی سلفیوں سے سے گفتگو کی جارہی ہے کیونکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد میں یہ بھی شامل ہے کہ مسلمان خواہ صالح ہو یا فاجر اس کی اقتداء میں نماز درست ہے،" **ونری الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر**" (العقیدۃ الطحاوی) اس لئے مسلمانوں کو اس طبقہ سے خبردار و ہوشیار رہنا

چاہیے کیوں کہ یہ طبقہ ''افتراق بین المسلمین'' کی سنگین اور غیر اسلامی حرکت کا مرتکب اور دشمنانِ اسلام کا آلہ کار ہے۔ چونکہ یہ طبقہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا نام لیتا رہتا ہے اور ان کی تحقیقات ہی کو برحق سمجھتا ہے، خواہ وہ جمہورِ امت کے مقابلہ میں ان کے تفردات ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے ہم ذیل میں ان کی عبرت ونصیحت کیلئے شیخ کی ایک عبارت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں: انہوں نے اس سوال کے جواب میں کہ ایک مسلک کے مسلمانوں کی نمازیں دوسرے مسلک سے تعلق رکھنے والوں کے پیچھے ہوجاتی ہیں یا نہیں؟ جواباً فرمایا:

ہاں! ایک مسلک والے کی نماز دوسرے مسلک والے کے پیچھے صحیح ہوجاتی ہے، جیسا کہ صحابہ کرامؓ تابعین اور ان کے بعد ان کے سچے متبعین اسی طرح ائمہ اربعہ رحمھم اللہ کا معمول تھا کہ وہ مسائلِ اجتہادیہ میں اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے، سلف میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہتا تھا کہ مسلک کے اختلاف کے ساتھ اقتداء صحیح نہیں ہے، جو شخص ایک مسلک والے کی دوسرے مسلک والے کے پیچھے نماز صحیح ہوجانے کا منکر ہے وہ بدعتی، گمراہ اور کتاب وسنت اور اجماعِ سلف اور ائمہ امت کا مخالف ہے۔[1]

حدیثِ صحیح میں وارد ہے کہ وہ تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر وہ صحیح پڑھائیں تو ان کے حق میں بھی مقبول تمہارے حق میں بھی مقبول اور غلط پڑھائیں تو تمہاری نماز مقبول ہے اور وبال ان کے سر ہے۔[2]

[1] مجموع الفتاوی: ۳۷۳/۲۳ [2] ایضاً

ترکِ جماعت کے اعذار:-

درمیان مضمون میں بلاعذر شرعی جماعتِ مسجد ترک نہ کرنے کا ذکر آیا تھا اس لئے آخر میں ان شرعی اعذار کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے تاکہ قارئین کے علم میں رہے، اور عمل کا سبب بنے۔

(۱) لباس بقدر ستر عورت کے نہ پایا جانا۔

(۲) مسجد کے راستے میں سخت کیچڑ ہونا۔

(۳) بارش کا بہت تیز ہونا۔

(۴) سردی کا اس قدر سخت ہونا کہ مسجد جانے میں سخت تکلیف ہو۔

(۵) مسجد جانے میں مال واسباب کے چوری ہوجانے کا خوف ہونا۔

(۶) مسجد جانے میں کسی دشمن کے ملجانے کا خوف ہونا۔

(۷) مسجد میں کسی قرض خواہ کے ملجانے کا اور اس سے تکلیف پہونچ جانے کا اندیشہ ہونا۔ بشرطیکہ ادائیگی قرض کی وسعت نہ ہو۔

(۸) اس قدر اندھیری رات ہو کہ راستہ نہ دکھائی دیتا ہو، لیکن اگر روشنی کا سامان مہیا ہوتو پھر یہ عذر نہیں ہے۔

(۹) رات کا وقت اور سخت آندھی کا چلنا۔

(۱۰) کسی ایسے مریض کی تیمارداری میں ہونا کہ جماعت میں جانے سے مریض کو تکلیف پیش آنے کا خطرہ ہو۔

(۱۱) کھانا تیار ہو اور بھوک ایسی لگی ہو کہ نماز میں دل نہ لگنے کا خوف ہو۔

(۱۲) پیشاب یا پاخانہ زور سے لگا ہو۔

(۱۳) سفر کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور گاڑی چھوٹ جانے کا یا جماعتِ مسجد کے انتظار میں تاخیر کا اندیشہ ہو۔

(۱۴) کوئی ایسا عذر ہونا کہ اس کی وجہ سے چل پھر نہ سکتا ہو۔[۱]

---

۱ مراقی علی الطحطاوی، مرتبہ: حضرت محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ